شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوریؒ
قدس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیر اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

دسمبر 2013ء / صفر المظفر 1435ھ — جلد نمبر 5، شمارہ نمبر 12 — قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے — سالانہ ممبر شپ: مبلغ 200 روپے — تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 500 روپے

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات و بیانات
- رفتارِ کار
- دینی مسائل

اداریہ
یہ کیسی جمہوریت ہے؟!
•
حضرت رائے پوریؒ کے وصال پر تعزیتی تأثرات
•
عصرِ حاضر کی تجدیدی روح کے امین

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

ایک مولانا صاحب نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت تھانوی نے تحریر فرمایا ہے کہ ''آج کل قویٰ کمزور ہیں۔ اس لیے پڑھنے پڑھانے میں پہلے لوگوں کی اندھا دھند رِیس نہ کیا کرو۔'' اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ:

''ہاں! قویٰ کی کمزوری تو ہے، مگر ہماری پستی کی وجہ قویٰ کی کمزوریوں سے زیادہ عشق کا فقدان ہے۔ عشق کمزوریوں کی تلافی کر دیا کرتا ہے۔ حضرت حافظ یوسف صاحب مرحوم جو جنگِ طرابلس وغیرہ میں ہندی طبی وفد میں ترکی کی مدد کو گئے تھے، فرماتے تھے کہ ''انور پاشا ایسے کام کر جاتا تھا، جو عام عادات و قوت سے مافوق معلوم دیتے تھے۔''

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! عشق کے فقدان میں بھی قویٰ کی کمزوری کو کچھ دخل ہے؟ فرمایا کہ: ''ہاں! دخل تو ایک بڑی حد تک ہوتا ہے، مگر عشق ہو تو قویٰ کی کمزوری کی تلافی ہو جایا کرتی ہے اور عشق ویسے بھی ہوتا ہے۔ تمام تر قویٰ کی قوت پر بھی منحصر نہیں۔'' اور فرمایا کہ: ''علمائے کرام کے لیے کام کا بے حد میدان ہے، مگر ان میں عشقِ کار نہیں۔'' نیز فرمایا کہ: ''علما اگر اشاعتِ دین میں کوتاہی کریں، وہ بھی تو گناہ ہے۔ آخر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی دقتیں پیش آئیں۔ انھوں نے سوا اصحاب صفہ کے معاشی کاروبار میں حصہ بھی لیا، مگر دینی کام کو مقدم اور حاوی رکھتے ہوئے، کہ کام کاج زندگی کا ضمیمہ تھا، دین کا ضمیمہ نہیں تھا۔''

(مجلس 15 / صفر 1366ھ / 9 / جنوری 1947ء، مقام: ڈھڈیاں) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 91-190۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ)
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21 راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111، 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

قرآنی سیاست؛ اجتماعیت اور مشاورت کی اہمیت

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ (3 : 159) (اور ان سے تمام معاملات میں مشورہ کرلیا کر اور جب تو پختہ ارادہ کرلے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر)

قرآن حکیم نے اپنا قانون چلانے کے لیے جو سوسائٹی پیدا کی، اس کے اہم لوگ السابقون الاولون ہیں۔ یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے لوگ اور وہ لوگ جنھوں نے ان سابقین کی خوبی کے ساتھ پیروی کی ہے۔ یہ جماعت اپنے امور کا انتظام کرنے کے لیے اپنے میں سے ایک شخص کو بڑا مان لیتی ہے اور اسے اپنا امیر قرار دے لیتی ہے۔ یہ امیر ان میں قانونِ الٰہی کے ماتحت انتظام کرتا ہے، لیکن انتظام کی تمام طاقت حقیقت میں خود اس جماعت کے پاس رہتی ہے۔ یہ ہے وہ سیاست جو قرآن حکیم نے پیدا کی۔ چناں چہ حج کے موقع پر آج تک مسلمان یہ الفاظ کہتے ہیں کہ ''اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَکَ لاَ شَرِیْکَ لک'' (سب تعریف تیرے ہی لیے ہے اور سب نعمت کا تو ہی مالک ہے۔ حکومت صرف تیری ہی ہے اور اس میں تیرا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے۔) قرآنی سیاست کے مطابق قوتِ رہنمائی ان لوگوں میں مرکوز ہوتی ہے، جو قرآن سب سے زیادہ جانتے ہیں اور سابقین اوّلین کی پیروی کرتے ہیں۔

جماعت کا امیر ان کے مشورے ہی سے کام کرتا ہے۔ چناں چہ قرآن حکیم میں ہے کہ ''اور ان سے تمام معاملات میں مشورہ کرلیا کر اور جب تو پختہ ارادہ کرلے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آیتِ قرآنی میں ''عزم'' سے کیا مراد ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ''امیر کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔'' ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص (38:42) یعنی مسلمان اپنے تمام معاملات میں باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ لَاخِلَافَةَ اِلَّاعَنْ مَّشْوَرَةٍ (کنز العمال) یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی۔ الغرض! انسان کسی دوسرے انسان کو اپنے اوپر حاکم نہ مانے، خواہ وہ کوئی ہو۔ یہ حق صرف حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ اس لیے تمام حاکم اس کے نائب بن کر اس کا حکم چلا سکتے ہیں اور بس۔

جو جماعت اب حقیقی مالک کے سوا کسی دوسرے کی غلامی میں مبتلا ہوگئی ہو۔ اور اس کا قانون ماننے پر مجبور ہوگئی ہو، اس کی حالت تبدیل کرنے کے لیے سب سے پہلا اصول کار یہ ہے کہ اس کے ذہن میں بٹھایا جائے کہ اُس ایک کارسازِ حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ کو تمام کائنات اور تمام انسانیت کو قانون دینے والا مان لے۔ کیوں کہ وہی ایسے قوانین دے سکتا ہے جن میں افراد، جماعات اور اقوام بلکہ ساری نوع انسان کے مفادات اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہو۔ وہ جماعت ہر ایسی طاقت کو تسلیم کرنے سے انکار کردے جو اس منبع قانون کے ماتحت رہ کر ضمنی قواعد (Bye-laws) نہیں بناتی۔ پس انقلاب کا پہلا مثبت نظریہ یہ ہے کہ غیر صالح نظام (Unhealthy Social Structure) کی جگہ صالح نظام (Healthy Social Structure) قائم کیا جائے جس کی خشت اولیں یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بزرگ و برتر ہے اور کائنات اور نوعِ انسان کے لیے قانون کا منبع ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

جھوٹے لوگوں سے بچو

عن جابرؓ بن سمرة، قال: سمعتُ النّبیّ صلّی اللّٰه علیه و سلّم یقول:
''ان بین یدی الساعة کذّابین فاحذروهم.''

(حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا، فرماتے تھے کہ: ''قیامت کے قریب جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے۔ ان سے بچتے رہنا۔) (مشکوۃ شریف. کتاب الفتن. باب اشراط الساعة)

اس حدیث پر غور کیجیے! حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے کان اچھی طرح کھول دیے ہیں اور انھیں ہر طرح کی بات سے جو ان کو نقصان پہنچا سکتی ہے، آگاہ کردیا ہے۔

شروع میں مسلمانوں کے اندر ایسے لوگ بہت تھے، جو کام کی باتوں سے آگاہ تھے اور لوگوں کو آسانی کے ساتھ بتا سکتے تھے کہ فلاں بات نکمّی اور فلاں بات نقصان دہ ہے۔ اس لیے اس سے بچتے رہنا۔ یہ بالکل ایک فطری عمل تھا کہ لوگ ایسے آدمیوں کی قدر کرتے تھے اور ان کو عقل مند عالم یا رہنما کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے اور ان کو دل سے دوست رکھتے تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ وقتاً فوقتاً ان کی خدمت میں تحفہ تحائف پیش کریں۔ کیوں کہ دلی خلوص ظاہر کرنے کا یہی ایک آسان سا ذریعہ ہے، جن کے پاس دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا تھا، وہ ان کی زبانی تعریف لوگوں کے آگے کرتے تھے اور انھیں ترغیب دیتے تھے کہ کسی کام کے کرنے سے پہلے ان سے مشورہ کرلیا کریں۔ یہ آگاہ اور واقف کار لوگ کسی سے کوئی غرض نہیں رکھتے تھے، نہ کسی سے مانگتے تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ لوگ ہماری تعریف کریں اور دوسروں کو ہماری طرف متوجہ کریں۔ ان کا مقصد تو یہی تھا کہ جو کچھ انھوں نے قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے سیکھا ہے، وہ بوقتِ ضرورت دوسروں کو بتا دیں۔ کیوں کہ عوام کو اپنے دنیاوی اشغال میں زیادہ وقت دینے کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ دین کا علم حاصل کریں۔ یہ سلسلہ بہت دن تک چلتا رہا اور دنیا کی چولیں ڈھیلی نہ ہونے پائیں۔

بعض خود غرض لوگوں نے دیکھا کہ یہ تو بہت اچھا کمائی کا ذریعہ ہوسکتا ہے اور بے محنت کیے بیٹھے بٹھائے سب کچھ مل سکتا ہے۔ فقط اتنا ہی کرنا پڑے گا کہ عالموں کی سی شکل بنالیں اور لوگوں کو اللہ اور رسول کا نام لے کر جو چاہے بتانا شروع کردیں اور زبانی اپنی بے غرضی کا اظہار کریں اور کہیں کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ ہم تو اللہ عز و جل پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں۔ لوگوں کی اصلاح کے سوا ہمارا کوئی مدعا نہیں ہے۔ ان لوگوں نے علم دین سیکھنے کی بجائے عالموں کی طرزِ گفتگو کی نقل کرنی سیکھ لی اور حدیثیں اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر اسی انداز میں پیش کرنے لگے، جیسے عالم لوگ صحیح حدیثیں پیش کیا کرتے ہیں اور ساتھ ہی تحفہ تحائف لانے والوں کو دعائیں دینے لگے اور کہا کہ ہماری دعا سے تمہاری کمائی میں برکت ہوگی اور جھٹ اس کی تائید میں ایک فقرہ حدیث کے نام سے پیش کردیا۔

اس زمرے میں جھوٹے مدعیانِ نبوت بھی آتے ہیں، جن لوگوں نے نبوت اور رسالت جیسے بلند مقام کے جھوٹے دعوے کرکے عوام کو گمراہ کیا اور اپنے ساتھ دوسروں کی بھی عاقبت خراب کی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تباہی کے لچھن ہیں۔ اس کے بعد سوا اس کے کہ قیامت آئے اور کیا امید ہوسکتی ہے۔ اس حدیث میں لوگوں سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اداریہ

یہ کیسی جمہوریت ہے؟!

ہمارے ملک میں جمہوریت کا راگ بہت الاپا جاتا ہے۔ جمہوریت کے نام پر کچھ خوش نما نعرے اور دکھاوے کے چند اقدامات بھی کیے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے ہر پانچ سال بعد الیکشن کے نام پر ہونے والی ایک پُر جوش سرگرمی پیدا کی جاتی ہے۔ خاص طور پر میڈیا اس کے بارے پراپیگنڈے میں بڑی گرم جوشی کا اظہار کرتا ہے۔ اس طرح سیاسی پارٹیوں، ان کے نامزد امیدواروں اور میڈیا کے مالکان کے درمیان اشتہارات اور پروپیگنڈے کی مد میں کروڑوں اور اربوں کا لین دین ہوتا ہے۔ یوں سرمائے کی بہتی گنگا میں خوب ہاتھ دھوئے جاتے ہیں۔ جمہوریت کے نام پر پانچ سال بعد الیکشن کا ڈرامہ کر کے جمہور دشمن سرمایہ پرست طبقات کو حکومت کے ایوانوں میں لا کر بٹھا دیا جاتا ہے۔ یوں سامراجی آقاؤں کے آلہ کار سرمایہ پرست طبقات یکے بعد دیگرے ملک وقوم پر مسلط ہو کر طبقاتی نظام کو فروغ دینے میں اپنا کردار ادا کرتے رہتے ہیں۔ الیکشن کے نام پر ہونے والی بظاہر اس پُر جوش سرگرمی کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ سرمایہ پرست طبقات اس پورے عمل میں ذاتی، گروہی اور طبقاتی مفادات کے لیے کھل کھیل کر کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح جمہور عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے ہوئے چند لٹیرے ملک وقوم کے سیاہ وسفید کے مالک بن جاتے ہیں۔ ہر کچھ عرصہ بعد ''جمہوریت'' کے نام پر کھیلا جانے والا یہ ناٹک دراصل جعل سازی اور فراڈ کی ایک نئی تاریخ رقم کر دیتا ہے۔

چناں چہ ہمارے ملک میں 1948ء میں صوبہ سرحد میں ہونے والے ریفرنڈم سے لے کر آج تک جتنے بھی نام نہاد الیکشن ہوئے ہیں، ان میں ''جھرلو'' کا خوب استعمال ہوا، لیکن اس سال مئی میں ہونے والے انتخابات میں ہونے والی جعل سازی بڑی حد تک واضح ہوگئی ہے۔ نادرا کی جانب سے کراچی کے دو حلقوں میں کاسٹ کیے جانے والے ووٹوں کی تصدیق کے عمل نے مئی 2013ء میں ہونے والے حالیہ الیکشن کی شفافیت کو بڑی حد تک مجروح کر دیا ہے۔ چناں چہ ان انتخابات میں کراچی میں قومی اسمبلی کے ایک حلقے میں 84 ہزار ووٹوں میں سے 57 ہزار ووٹ اور صوبائی اسمبلی کے حلقے میں سے 80 ہزار ووٹ غیر مصدقہ قرار دیے گئے ہیں۔ مجموعی طور پر ان دونوں حلقوں میں صرف 27 ہزار ووٹوں کی تصدیق ہو سکی ہے۔ جب کہ غیر ملکی ماہرین نے بھی نادرا کی اس رپورٹ کی تصدیق کر دی ہے۔ ایک سیاسی پارٹی کے ایک لیڈر کا بیان ہے کہ ''پورے ملک کے حلقوں کی مجموعی صورتِ حال کچھ اسی طرح سے ہے۔''

اس سے قبل گزشتہ پارلیمنٹ کے بارے میں بھی مصدقہ اطلاعات آچکی ہیں کہ 2008ء کے الیکشن میں تقریباً 8 کروڑ ووٹوں میں سے تین کروڑ پچھتر لاکھ ووٹ جعلی تھے۔ اس صورت میں ایسی پارلیمنٹس کو قوم کی منتخب کردہ قرار دینا قوم اور عوام کی اجتماعی توہین اور ان کے ووٹ کی تذلیل ہے۔ کیا اسے جمہور کی نمائندہ ''جمہوریت'' کہا جا سکتا ہے۔ یہ صرف دو الیکشنز ہی کا قصہ نہیں ہے، بلکہ گزشتہ پینسٹھ سال کی ''جمہوری تاریخ'' اس حقیقت کی گواہی دے رہی ہے کہ ہر مرتبہ عالمی طاقتوں کے اشارے پر اس خطے میں بسنے والے عوام کے اجتماعی ووٹ کی توہین کرتے ہوئے اسی طرح کے الیکشنز کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ پچھلے چالیس سال سے یہ سب کچھ 1973ء کے آئین کی چھتری کے نیچے کیا جا رہا ہے، جسے بڑے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ ''اسلامی جمہوری'' کہا جاتا ہے۔ حال آں کہ یہ بات واضح ہے کہ سرمایہ داری نظام کے ماتحت جدید نوآبادیاتی دور میں آئین کے نام پر جو دستاویز تیار کی جاتی ہے، وہ نہ صرف یہ کہ جمہور عوام کے لیے نہیں ہوتی، بلکہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہوتی ہے۔

کسی جمہوری نظام میں انتخابات اساسی اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر ملک میں ان کے انعقاد کی ذمہ داری ایک آزاد اور خود مختار الیکشن کمیشن کی ہوتی ہے۔ جب تک الیکشن کمیشن معروف جمہوری اصولوں کے مطابق مکمل طور پر آزاد نہ ہو، اس وقت تک الیکشن جمہوری نہیں ہو سکتے۔ اگر الیکشن کے قواعد و ضوابط شفاف نہیں ہیں، اس میں دیگر مقتدر اداروں اور سرمایہ دار طاقتوں کے مفادات کی رعایت اور مقتدر طبقوں کی مداخلت موجود ہے تو الیکشن کا عمل کبھی صاف و شفاف نہیں ہو سکتا۔ 1973ء کے آئین میں الیکشن کمیشن کے قانونی ضابطوں کی نوعیت کیا ہے؟ اس کی حقیقت، سیکرٹری الیکشن کمیشن کے طور پر خدمات سرانجام دینے والے ایک صاحب کی اس تحریر سے واضح ہو جاتی ہے: ''دراصل الیکشن کمیشن کے اختیارات کے تعین کے بارے میں 1973ء کے دستور میں واضح حکمتِ عملی طے ہی نہیں ہوئی۔ الیکشن کمیشن کو بڑی گہری راز داری سے تہہ در تہہ آئینی آرٹیکلز اور قوانین میں جکڑے رکھا گیا ہے۔ اس کے تمام فیصلے الیکشن ٹریبونلز، الیکشن اپیلٹ ٹریبونلز، ڈسٹرکٹ ریٹرننگ آفیسرز، ریٹرننگ آفیسرز، عدالتِ عالیہ اور عدالتِ عظمیٰ کے ذریعے کیے جاتے ہیں۔'' الیکشن کمیشن کی خود مختاری کی حقیقت کا پردہ چاک کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: ''الیکشن کمیشن آف پاکستان کسی حلقے کا انتخاب کالعدم قرار دینے، بعض پولنگ اسٹیشنوں پر از سر نو پولنگ کرانے، الیکشن عملے کا تقرر کرنے، پولنگ اسٹیشنوں کے لیے جگہ کا تعین کرنے، ضابطہ اخلاق پر عمل درآمد کرانے، کاغذاتِ نامزدگی منظور یا نامنظور کرنے کے تمام مراحل، الیکشن کا رزلٹ تیار کرنے یا کسی حلقے میں از سر نو گنتی کرانے کے فیصلے کا از خود مجاز نہیں۔'' الیکشن کمیشن کی بے بسی کا نقشہ کھینچتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں: ''اسے (الیکشن کمیشن) ریٹرننگ افسروں سے رپورٹ منگوانی ہوتی ہے۔ عام طور پر یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ عدلیہ کے یہ جونیئر افسر الیکشن کمیشن کی طرف دیکھنے کی بجائے متعلقہ ہائی کورٹس کے چیف جسٹس صاحبان کے اشارے کے منتظر رہتے ہیں۔ نیز الیکشن کمیشن کے مقرر کردہ ریٹرننگ افسروں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت الیکشن اپیلٹ ٹریبونل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔'' (روزنامہ دنیا، مؤرخہ 10 ر نومبر 2013ء)

الیکشن کمیشن آف پاکستان کے اختیارات کی حقیقت اس بیان سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سرمایہ دارانہ طبقات کے پشتیبان اداروں کی نگرانی میں ہونے والے الیکشن جمہور عوام کی رائے کے عکاس نہیں ہوتے، بلکہ عالمی طاقتوں کے طے شدہ فیصلوں کے مطابق قائم کیا جانے والا ''جمہوری انتظام'' ہوتا ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ ان اطلاعات سے لگایا جا سکتا ہے جن کے مطابق 2013ء کے الیکشن سے کوئی چھ ماہ قبل اس خطے کے سابق آقاؤں کے ملک میں قابلِ ذکر سیاسی پارٹیوں کے ذمہ داروں کو جمع کیا گیا۔ اور سرمایہ دار عالمی مقتدر حلقوں نے مستقبل کی حکومت کی جو نقشہ کشی کی تھی، اس پر تمام ''سیاسی قائدین'' نے اتفاق کیا تھا۔ اطلاعات کے مطابق ان سامراجی آقاؤں نے طے کر دیا تھا کہ مرکز اور صوبوں میں کس سیاسی پارٹی کو اقتدار دیا جائے گا۔ چناں چہ اس سال مئی کے الیکشن میں مقتدر حلقوں نے طے شدہ ''جمہوری انتظام'' کے مطابق ہی رزلٹ مرتب کیے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام تر دھاندلیوں، جعل سازیوں اور ''شرم ناک'' الیکشن کے باوجود موجودہ سیاسی انتظام کو تمام پارٹیوں اور ان کے ''سیاسی قائدین'' نے تسلیم کر لیا ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ عالمی سرمایہ داروں کی آلہ کار قوتوں کے نمائندہ طبقات ان نتائج کو قبول کرنے کے پابند ہیں۔ ایسے رہنما اور لیڈر سیاست کا چولا پہن کر رہنمائی کے میدان میں آتے ہیں تو غیر قومی اور غیر ملکی آقاؤں کے مفادات کے نگہبان ہوتے ہیں۔

موجودہ دور میں قومی جمہوری بنیادوں پر قائم نظام ہی کسی ملک وقوم کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ قومی تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھ کر ادارتی بنیادوں پر قائم صاف وشفاف جمہوری نظام مسائل کے حل کی راہ ہموار کرتا ہے۔ غیر قومی اور غیر ادارتی ماحول میں آمریت پر مبنی شخصی نظام ملک وقوم کی تباہی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ غیر ملکی مقاصد کا آلہ کار اور ایک مخصوص مراعات یافتہ طبقے کا مسلط کردہ نظام انسانی زندگی کے لیے عذاب کا باعث بن جاتا ہے۔ آج پاکستان کے مسائل کا بنیادی سبب دراصل سامراجی آقاؤں کے اشاروں پر قائم ایسا ہی غیر قومی نظام ہے، جو ''جمہوریت'' کے عنوان سے جمہور دشمن نظام ہے۔

دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کے مطابق قوموں کی تعمیر و تشکیل غیر ملکی سامراجی آقاؤں سے آزادی اور حریت حاصل کرنے سے ہوتی ہے۔ نیز یہ تعلیمات ملکی خود مختاری کے ساتھ قومی جمہوری بنیادوں پر اپنے سیاسی، سماجی اور معاشی فیصلوں کا شعور پیدا کرتی ہیں، جس سے قوم کا وقار بلند ہوتا ہے۔ دینی تعلیمات ہر مسلمان میں ایک انقلابی فکر اور نظریہ پیدا کرتی ہیں۔ ہر پاکستانی کو چاہیے کہ وہ نام نہاد جمہوریت کی حقیقت کا فہم حاصل کرے۔ نیز عدمِ تشدد کی اساس پر قومی جمہوری تقاضوں کی حفاظت کے لیے انقلابی اور شعوری کردار ادا کرے۔ تاکہ ملک وقوم ترقی کی منازل طے کر سکیں۔ (مدیر اعلیٰ)

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوری رابع رحمۃ اللہ علیہ و مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

(حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے 23/ اگست 2013ء کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے مین کیمپس لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (16:64) کے تناظر میں اپنی گفتگو میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے۔)

اس دنیا میں انسانی نفس ایک ایسا وجود ہے کہ جس کے ارتقا اور ترقی کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح ہدایات دی ہیں۔ انسانی نفس کی کامیابی تبھی ممکن ہے، جب اس میں تقویٰ ہو۔ تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ڈر سے اس کے اندر گردوپیش کے حقائق کو سمجھنے کی صلاحیت واستعداد پیدا ہو۔ یعنی اس کے گردوپیش میں کیا حق ہے اور کیا باطل ہے۔ کیا نیکی ہے اور کیا بدی ہے۔ کیا سچائی ہے اور کیا جھوٹ ہے۔ کیا صحیح راستہ ہے اور کیا غلط راستہ ہے۔ اس کا شعور پیدا ہو جانا، تقویٰ کا لازمی نتیجہ ہے۔

اللہ سے جب تعلق قائم ہوتا ہے تو اس کا پہلا نتیجہ انسانیت کے اندر صحیح اور غلط میں تمیز پیدا کرنے کی صلاحیت واستعداد کا پیدا ہونا ہے۔ انسان کے لیے سب سے مشکل مرحلہ یہی ہے۔ انسان دیکھتا ہے کہ اس کے سامنے بہت سے اعمال ہو رہے ہیں، کسی بھی کاروبار، کسی بھی کام، سوسائٹی کے مختلف شعبوں کے حوالے سے بہت سے پہلو سامنے ہیں۔ اب یہ فیصلہ کرنا اس کے لیے بڑا مشکل ہوتا ہے کہ ان میں سے صحیح کیا ہے، غلط کیا ہے۔ دو راستے جا رہے ہیں، کون سا راستہ اختیار کرے۔ لوگ دونوں طرح کی باتیں کر رہے ہیں، کون سی بات درست ہے۔ دو، تین، چار، پانچ طرح کے کام ہو رہے ہیں، کون سا کام درست ہے۔ ایک مسلمان میں تقویٰ کے نتیجے میں یہ صلاحیت اور شعور پیدا ہو جائے کہ وہ ان کاموں میں سے، ان باتوں میں سے، ان گردوپیش میں پھیلے ہوئے حقائق میں سے، جو اس وقت سب سے مناسب، سب سے بہتر، سب سے درست راستہ ہے، اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرے۔ گویا کہ وہ انسانی شعور، جس کے ذریعے سے وہ برے بھلے میں تمیز پیدا کر سکے۔

تقویٰ کا دوسرا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو صحیح ہے، حق ہے، سچائی ہے، عدل ہے، نیکی ہے، اچھائی ہے، اس کا عملی طور پر اپنے معاشرے میں نظام بنانا، اس پر عمل درآمد کرنا۔ اس کے ذریعے سے انسانیت کی ترقی کا واضح پروگرام جاری کرنا۔ اور جو کچھ جھوٹ، ظلم، برائی، بداَخلاقی، انسان دشمنی ہے، اسے ختم کرنا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کسی چیز کا صرف علم کافی نہیں ہوتا۔ علم کے مطابق عمل سے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ عمل نہیں ہے تو محض معلومات تو کوئی نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ علم کے مطابق سچائی اور نیکی کے سسٹم کو غالب کرنا۔ عدل کے نظام کا قائم کرنا۔ ظلم، بددیانتی، بداخلاقی کے سسٹم کو ختم کرنا، اللہ کا ڈر ہے۔

تقویٰ کے مفہوم میں تیسری بات یہ ہے کہ اس پورے علم اور اس پورے عمل کا دنیا میں کوئی مادی معاوضہ نہ طلب کرے۔ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لیے کام کرے۔

ہر نبی نے یہ تین بنیادی باتیں کی ہیں، اسی کا نام ہے تقویٰ۔ گردوپیش کے حقائق کا جائزہ لے کر سچائی اور جھوٹ میں فرق و امتیاز پیدا کرنا، قرآن کی تعلیم، یہ شعور پیدا کرتی ہے، یہ تعلیم ”فرقان“ ہے۔ یعنی حق اور باطل میں، سچائی اور جھوٹ میں، عدل اور ظلم میں فرق و امتیاز سکھانے والی ہے۔ اور پھر جو ظلم، برائی، منکر، انسان دشمنی کا عمل ہے، انبیا نے آ کر اس کا نظام ختم کیا۔ اور جو عدل، انصاف، سچائی ہے، اس کا نظام قائم کیا۔ پورا تولنے کا محض حکم نہیں دیا، اس پورا تولنے کا ایک نظام بھی بنایا۔ صرف وعظ ہی کافی نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے مانے، جس کا جی چاہے، نہ مانے، ایسا نہیں، بلکہ جو حکم دیا گیا ہے، اسے نہ ماننے کی صورت میں سزا کا نظام ہے۔ کم تولنے سے منع کیا، تو کم تولنے کی سزا مقرر کی اور اس کی بنیاد پر جو قائم سسٹم ہے، اس کا خاتمہ کیا۔ جھوٹ بولنا بُرا ہے، جھوٹ کے نظام کو دفن کیا، اور سچائی کے نظام کو قائم کیا۔ جہالت پر مبنی، بے علمی پر مبنی نظام موجود ہے، اس کا خاتمہ کیا۔ علم و شعور کی اساس پر نظام قائم کیا۔ آپ دیکھئے کہ ابوجہل کا جہالت اور بے شعوری پر مبنی نظام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کیا۔ اور عدل و انصاف، جرأت اور بہادری کا عملی نظام اپنے بعد ابوبکرؓ کی قیادت میں دنیا میں قائم کیا۔ یہ نبی کا بنیادی کام ہے کہ وہ نہ صرف حق و باطل میں تمیز کا شعور پیدا کرتے ہیں، بلکہ اس کا نظام قائم کر کے عمل بھی کرتے ہیں۔ اور اپنے اس کام کا کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، بلکہ تمام انبیا کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا ہے کہ: ”میں تم سے کسی معاوضے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ میرا اجر تو اللہ پر ہے۔“

یہ تین باتیں اپنی پوری استطاعت کے ساتھ ممکن حد تک انسان کے اندر پیدا ہو جائیں، یہ تقویٰ ہے۔ اس کا دوٹوک اور قطعی حکم قرآن دے رہا ہے: جتنی تمہاری استطاعت ہے۔ جتنی تمہارے اندر طاقت و قوت ہے۔ ہر ممکن حد تک یہ تین باتیں اپنے اندر پیدا کرو۔ اپنے گردوپیش کے حقائق کا شعور حاصل کرو۔ عدل اور ظلم، نیکی اور بدی، سچائی اور جھوٹ کے درمیان تمیز پیدا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ جھوٹوں کا ساتھ دو، ظلم کے آلہ کار بن جاؤ۔ انسان دشمنی پر اُتر آؤ۔ نہیں! تمہارے اندر یہ صلاحیت و استعداد ہو کہ تم بحیثیتِ مسلمان باشعور بن کر گردوپیش کے حقائق کا درست تجزیہ کر سکو۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”ایک مسلمان ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جا سکتا۔“ انسان کا پتہ ایک ہی معاملے میں چل جاتا ہے۔ اس معاملے میں اگر انسان جھوٹا ہے، بداَخلاق ہے، انسان دشمن ہے، متکبر ہے، لالچی ہے، خودغرض ہے تو بار بار تجربے کرنا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ وہ انسان جو انسانیت دشمنی کے رویے رکھتا ہے، وہ جماعت جو انسانیت دشمنی کی سوچ رکھتی ہے، وہ نظام اور پارٹی جو انسانیت دشمنی کا کردار ادا کرتی ہے، اس کا شعور ہونا چاہیے۔

آج کل تقویٰ کا مطلب یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کسی کونے کھدرے میں بیٹھ کر تنہائی اختیار کر لے اور محض خیالات میں ہی ساتویں آٹھویں آسمان پر بلکہ عرشِ الٰہی پر پہنچ جائے کہ میں تو بڑا متقی ہوں، بڑا پرہیزگار ہوں۔ وہ جو دنیا کے حالات کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، وہ پرہیزگار شمار ہوتا ہے۔ نہ خرید و فروخت کرے، نہ لین دین کرے، نہ معاملات طے کرے، نہ سوسائٹی کے سلگتے ہوئے مسائل کی طرف توجہ دے، ہم کہتے ہیں بڑا پرہیزگار ہے، بڑا اچھا آدمی ہے، بڑا نیک آدمی ہے۔ جب کہ حال یہ ہے کہ وہ ان تمام معاملات میں شیطان کے تابع بن کر سامراج کا آلہ کار بن جاتا ہے۔ پرہیزگار تو وہ ہے جو باشعور ہے۔ پھر آج کل تصوف کو بدنام کر دیا کہ محض چند مخصوص قسم کے لباس پہننے، چمٹے بجانے، سُلفہ پینے، قبروں پر چادریں چڑھانے اور دھمال ڈالنے کا نام تصوف ہے۔ تصوف کے بانی سید الطائفہ سید جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے، جو باشعور ہو، صاحبِ بصیرت ہو، کسی کا آلہ کار نہ ہو۔ ظلم کے نظام کا

rahimia.org

آلہ کار بننا ساری پرہیزگاری کو ملیا میٹ کر دیتا ہے۔

ایک بات یہ بھی سمجھنی چاہیے کہ اس پرہیزگاری کا تعلق محض فرد کی انفرادیت سے ہی نہیں ہے بلکہ تقویٰ کا سب سے اعلیٰ معیار انبیا اور صحابہؓ نے پیش کیا۔ وہ اپنے تقویٰ کا عمل انسانی اجتماعیت کے تناظر میں پیش کرتے ہیں۔ آپ ذاتی زندگی میں نیک ہیں، کسی کو کچھ نہیں کہتے، کسی پر ذاتی طور پر ظلم نہیں کرتے، لیکن سوسائٹی میں موجود ظلم کے نظام کے اگر آپ آلہ کار ہیں، آپ کا سیاسی فیصلہ غلط ہے، آپ معاشی فیصلے غلط کرتے ہیں، اس سسٹم کے آلہ کار ہیں، جو ظلم اور ناانصافی کو قائم کیے ہوئے ہے۔ یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ خلاف بات ہے۔ کیوں کہ آپ کے اپنی ذات کے بارے میں کیے ہوئے فیصلوں کے نفع نقصان کا تعلق آپ کی ذات تک محدود ہے۔ آپ نے صحیح پکا ہوا کھانا نہیں کھایا، کچا کھا لیا، سڑا ہوا کھانا کھا لیا تو آپ کے پیٹ میں درد ہے۔ اور اگر قوم کو سڑا ہوا کھانا کھلانے والوں کا ساتھ دے کر، انھیں ووٹ دے کر ان کی آلہ کاری کا کردار ادا کیا تو باقی ہزار، دس ہزار اور اٹھارہ کروڑ لوگوں کے پیٹوں میں درد پیدا کیا، اس کا ذمہ دار کون ہے؟ ملاوٹ کرنے والے سسٹم کو آپ نے سہارا دیا اور اٹھارہ کروڑ لوگوں کے لیے جو جہنم پیدا کرنے والے ہیں، ان کا ساتھ آپ نے دیا۔ یہ بڑا جرم ہے۔ اپنے لیے تو غلط کھانے، غلط پہننے، غلط فیصلے کرنے کے نتیجے ذات تک محدود رہتے ہیں، صرف آپ کی اپنی ذات کو اذیت ہوگی۔ لیکن آپ کا ایک غلط سیاسی فیصلہ پوری سوسائٹی کے لیے تباہی اور بربادی کا باعث بنتا ہے۔ ایک غلط اجتماعی فیصلہ پوری قوم کی اذیت اور تکلیف کا باعث ہے۔ گویا ایک مرتبہ غلط ووٹ دے کر پانچ سال کے لیے آپ نے قوم کو غلام بنا دیا۔ اگر ایک فرد ذاتی طور پر نیک ہے، ڈاڑھی بھی رکھی ہوئی ہے، نمازوں پر نمازیں پڑھتا ہے، عمرے پر عمرے ادا کرتا ہے، حج پر حج ادا کرتا ہے، لیکن گیس چور ہے، بجلی چور ہے، ٹیکس چور ہے، سوسائٹی کے حقوق مارتا ہے۔ کیا یہ پرہیزگاری ہے؟

آج سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ہمارے اجتماعی فیصلے غلط ہیں۔ اس ملک کے پینسٹھ سال ہمارے سامنے ہیں، ہم نے آج تک اپنے اجتماعی فیصلے درست نہیں کیے۔ دلیل سب سے بڑی یہ ہے کہ درست اجتماعی فیصلوں سے قوم کے اجتماعی مسائل حل ہوتے ہیں اور غلط اجتماعی فیصلوں سے قوم کے اجتماعی مسائل بڑھتے ہیں۔ پینسٹھ سالوں میں قرض بڑھا، بھیک کا برتن پھیلا، رشوت بڑھی، کرپشن پھیلی، انسانیت دشمن سسٹم کا تسلط ہوا، سرمایہ پرستی کو فروغ حاصل ہوا، لوٹ کھسوٹ اور استحصال سوسائٹی میں فروغ پذیر ہوا، تو تقویٰ کس بات کا؟ سوسائٹی عذاب میں مبتلا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اجتماعی فیصلے غلط ہیں، تقویٰ کے خلاف ہیں۔ قرآن نے تو کہا تھا؛ جتنی تمہارے اندر طاقت وقوت ہے، تمھیں تقویٰ اختیار کرنا ہے۔

اس کے بعد قرآن حکیم نے فرمایا: ''بات کو غور سے سنو اور اطاعت کرو۔'' اللہ کا جو حکم تمھیں سنایا جا رہا ہے، اس کو توجہ سے سنو۔ سنتا تو ہر آدمی ہے۔ ایک کان سے سنیں، دوسرے کان سے نکال دیں، یہ سننا نہیں ہے۔ قرآن نے منافقین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: سَمِعۡنَا وَعَصَيۡنَا (93:2) (ہم نے سنا، لیکن مانیں گے نہیں۔) عمل نہیں کریں گے۔ قرآن نے کہا: یہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِيۡعُوۡا (سنو اور اس کی اطاعت کرو۔) حکم ہے، امر ہے۔ فرماں برداری اختیار کرو۔ اور یاد رکھو یہ حکم بھی ایسے ہی ہے، جیسے اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ (نماز قائم کرو) اور نماز قائم کرنے کو تو ہم فرض سمجھتے ہیں، لیکن عقل وشعور کی بنیاد پر تقویٰ حاصل کرنے کو فرض نہیں سمجھتے۔ توجہ سے سنو، لاپرواہی اور غفلت سے نہیں۔ اور اس کی پوری اطاعت کرو، فرماں برداری کرو۔ اس کی خلاف ورزی مت کرو۔ اور اگلی بات بھی قرآن نے کہی: وَاَنۡفِقُوۡا انسانیت کی بھلائی کے لیے مال خرچ کرو۔ مال کو جوڑ جوڑ کر رکھنا منع کر دیا۔ اور پھر واضح کر دیا: ''جو آدمی اپنے نفس کے بخل سے نجات پا گیا، بچ گیا، وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' جس کے نفس میں لالچ ہے، بخل ہے، سرمایہ پرستی ہے، دولت کی ہوس ہے، وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔ اس کے لیے کوئی فلاح نہیں۔ فلاح بمعنی بقا۔ دنیا میں بھی اور موت کے بعد بھی نفس انسانی کی بقا اسی لیے ہے کہ وہ دنیا میں سرمایہ پرستی کے اس گرداب سے نکلے۔ ایک طرف سرمایہ پرستی کی مذمت کی گئی اور دوسری طرف حکم دیا گیا: خرچ کرو، اور یاد رکھو یہ خرچ بھی محض انفرادی نہیں، بلکہ انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی ہے۔ آیت نے کوئی تخصیص نہیں کی۔ یعنی انفاقِ مال کا نظام قائم کرو۔ ایک فرد کتنی ہی کوشش کر لے، وہ اٹھارہ کروڑ لوگوں کے مسائل حل نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے ایک سسٹم کی ضرورت پیش آتی ہے۔ سسٹم کے تھرو جو کام ہوتا ہے، وہ نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ اکیلا ایک حکمران بھاگتا پھرتا رہے، تو سسٹم بے کار ہو جائے گا۔ اس کا کام تو سسٹم سے کام لینا ہے۔ نہ یہ کہ سسٹم کو بائی پاس کر کے انفرادی طور پر اپنے فوٹو سیشن کراتا پھرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلافتِ راشدہ نے ہر کام کا باقاعدہ نظام بنایا۔ ورنہ سب سے زیادہ متحرک تو انبیا ہوتے ہیں۔ چھیاسی جنگیں حضورؐ نے اپنی زندگی میں لڑیں۔ اور صرف تیرہ یا چودہ میں آپ کی شرکت ہے، باقی ساری سسٹم کے تھرو ہوئیں۔ جماعت کی تشکیل کے ذریعے سرایا بنائے گئے، ذمے دار مقرر کیے گئے۔ ان کے ذریعے سے اگلا کام کیا گیا۔ تو کام لینے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔

سوسائٹی کی تشکیل کے لیے تین ہی باتیں ہیں۔ سوسائٹی کا فکر کیا ہو، قرآن نے کہا فَاتَّقُوا تقویٰ کی اساس پر۔ یعنی حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے والے شعور کی اساس پر سچائی کا نظام غالب کرنا، بغیر کسی دنیاوی مفاد کے۔ یہ تمہاری فکر اور تمہاری سوچ ہے۔ وَاسۡمَعُوۡا وَاَطِيۡعُوۡا سیاسی سسٹم کی بنیادیں بتلا دیں کہ نظم وضبط اور ڈسپلن ہونا چاہیے۔ سمع وطاعت، نظم وضبط کا باقاعدہ نظم نسق قائم ہونا چاہیے۔ اور وَاَنۡفِقُوۡا میں معاشی قانون بیان کر دیا کہ انسانی ضروریات کی تکمیل کے لیے دولت کا ارتکاز ٹھیک نہیں، دولت کے پھیلاؤ اور گردش کے عمل کی اساس پر معاشی سسٹم وجود میں آنا چاہیے۔ جس نفس میں یہ تین باتیں پائی جائیں، وہ کامیاب ہیں۔ شحّ نفس، بخل کا تعلق محض مال سے نہیں، شُحّ کا لفظ عربی میں بڑا جامع ہے۔ مال جوڑ جوڑ کر رکھیں تو بخل۔ سمع وطاعت، نظم وضبط اور ڈسپلن کو اختیار نہ کرے تو یہ بھی شُحّ ہے۔ اور اگر تقویٰ اختیار نہ کرے تو یہ بھی نفس کی بیماری ہے۔ نفس کی یہ ہمہ جہتی بیماری ہے، جس سے اس نے نجات پانی ہے۔ اپنے آپ کو بلند کرنا ہے۔ صرف وہی لوگ کامیاب ہیں، یعنی ان کے علاوہ کامیاب نہیں ہیں۔

قرآن نے دوسری جگہ کہا ہے: اُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ (4:128) انسانی نفوس کے اندر شح کی بیماری لاحق ہے۔ اور اس شح کی بیماری کا علاج یہ تین باتیں ہیں۔ تقویٰ، نظم وضبط اور ڈسپلن کی پابندی، اور انسانیت کی بھلائی کے لیے مال خرچ کرنے کا نظام بنانا۔ یہ تین باتیں موجود ہیں تو سچا مسلمان بھی ہے، متقی بھی ہے، پرہیزگار بھی ہے اور انسانیت دوست بھی ہے۔ اور یہی وہ اساسیات ہیں، جن پر عمل کرنے کے نتیجے میں دنیا بھی جنت بنتی ہے اور آخرت بھی جنت بنتی ہے۔ اور اگر یہ تین باتیں نہیں تو دنیا بھی جہنم ہے، بدامنی، قتل وغارت گری، دہشت گردی، فتنہ وفساد، لڑائی، دنگا فساد، اور قبر اور حشر بھی جہنم کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن حکیم کی آیاتِ مبارکہ کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنے فکر وعمل کو درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تأثرات

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید کے وصال پر تعزیتی تأثرات

تاثراتی کتاب میں علمائے رائے پور (انڈیا) کی تحریر 1

(درجِ ذیل تأثرات سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ علما کے ہیں، جو خانقاہِ رائے پور ضلع سہارن پور انڈیا سے پاکستان تشریف لائے۔ ان میں حضرت مولانا محمد اختر صاحب صدر جمعیۃ علمائے ہند ضلع سہارن پور، حضرت مولانا محمد عارف صاحب سابق صدر جمعیۃ علمائے ہند سہارن پور، حضرت مولانا مفتی محمد عامر رائے پوری استاذ مدرسہ فیضِ ہدایت رائے پور ضلع سہارن پور، مولانا عبدالسبحان استاذ جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاج پورہ ضلع سہارن پور شامل ہیں۔ اول الذکر دونوں حضرات حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ سے بیعت ہیں اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے تربیت اور تزکیہ حاصل کر کے خلافت اور اجازت سے مشرف ہیں۔ تاثراتی کتاب میں ان حضرات کی آرا درجِ ذیل ہیں۔ مدیر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانقاہ رائے پور ضلع سہارن پور یوپی انڈیا خود ایک اپنی تاریخ رکھتی ہے۔ حریت اور حریت پسندوں کی آماجگاہ اور مخلوقِ خدا کی خدمت کا کام مختلف صورتوں میں سرانجام دیتی رہی ہے۔

اس خانقاہِ عالیہ کے بانی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ تزکیۂ نفس، جہادِ حریت اور شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنے میں تاحیات مصروف رہے۔ ان کے جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ آپ بھی اپنے شیخ کے نقوش پر مندرجہ بالا خدمات میں مصروف و مشغول رہے اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم نور اللہ مرقدہٗ کے مشن کو کامیابی سے ہم کنار کرنے میں اپنی کوشش میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ انھوں نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنا جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز کو بنایا۔ پھر حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز نور اللہ مرقدہٗ نے بھی خانقاہ رائے پور کے مسلک اور مشرب کی پوری پوری حفاظت فرمائی۔

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے 1987ء کو انڈیا کے سفر میں خانقاہِ عالیہ رائے پور میں اپنا جانشین حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد نور اللہ مرقدہٗ کو ایک جم غفیر کی موجودگی میں بنایا۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ناانصافی، ظلم کے ماحول کو ختم کر کے عدل قائم کرنے کے لیے ایسی جماعت پر محنت شروع فرمائی، جو مستقبل میں ملک کے ماحول کو صحیح رُخ مہیا کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ اللہ کا کرم ہے کہ انھوں نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنے بعد اس مشن کو آگے بڑھانے میں معاون جماعت ہزاروں لائق افراد پر مشتمل تیار کر دی ہے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کے خلفا اور آپؒ کی تیار کردہ جماعت نے باتفاقِ رائے حضرت اقدس جناب مفتی عبدالخالق آزاد دامت برکاتہم کو ان کا جانشین بنا کر اپنی ذمہ داری کو پورا فرمایا۔ اب جناب مفتی عبدالخالق صاحب اس خانقاہ کے صحیح اور جائز مستحق جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں سلامتی کے ساتھ اضافہ فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے اس چمن کو مزید پُر بہار بنائے۔

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سانحہ ان کے جملہ متوسلین، منتسبین، متعلقین کے لیے یقیناً ناقابل تحمل سانحہ ہے۔ مگر یہ فیصلہ من جانب اللہ ہے، جو ہر ایک کے لیے یقینی ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ (26:55) (اس زمین پر جو انسان بھی ہیں، ان کے لیے فنا ہے۔) اللہ کا فرمان ہے، جس پر ہر ایک مسلمان کا یقین ہے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلاف کا نمونہ، تقویٰ وطہارت کا پیکر اور دین و دیانت سے بھرپور تھا۔ حضرتؒ کا وصال 26/ستمبر 2012ء کو اپنی رہائش واقع لاہور میں رہتے ہوئے علاج کے سلسلے میں ہسپتال میں ہوا۔

تعزیت کے لیے ہمیں فوراً حاضر ہونا تھا، مگر قانونی رکاوٹوں کی وجہ سے تاخیر ہوتی رہی ہے۔ ہم چار افراد 28/مارچ 2013ء کو ادارہ ہذا میں حاضر ہوئے۔ ادارہ الحمدللہ اپنے کام میں کامیاب نظر آرہا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ چین نصیب فرمائے۔ حاسدین کے حسد سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ وفد کے شرکا: تحریر احقر محمد اختر عفی عنہٗ دستخط حضرت مولانا محمد عارف

دستخط مفتی محمد عامر رائے پوری دستخط مولوی عبدالسبحان سلمہ

حضرت مولانا بشیر احمد امینی دامت برکاتہم العالیہ

(سابق شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ قصبہ نوح، میوات، انڈیا)

کے تأثرات 2

آلائے یادگار شیخ ما اغنی سعید احمد
کرم شایانِ شانت شد کہ جودت بے شمار آمد

(اے اللہ! ہمارے شیخ سعید احمد کی قبر پر انعامات کی بارش فرما اور اپنے شایانِ شان کرم فرما کہ تیرا جود و کرم بے شمار ہے۔)

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ کا وصال ایک ایسے شیخ وقت کا وصال ہے، جو ولایتِ نبوت کے منصب پر فائز تھے۔ بلاشبہ آپؒ نے دین کی جامعیت کو بڑی عمدگی اور مہارت کے ساتھ اگلی نسل کو منتقل کیا ہے۔ ولی یا صوفی کے غور و فکر کا دائرہ یادِ خدا کی حد تک محدود رہتا ہے۔ وہ نوعِ انسانی کے فکر میں پڑے تو یادِ خدا کے مشغلہ میں کمی آجائے۔ اُس کا ظرف تنگ ہوتا ہے۔ اس میں یادِ خدا اور فکرِ نوعِ انسانی دونوں کی یکساں گنجائش نہیں ہوتی۔ ہاں البتہ اگر کسی ولی کو کسی درجے میں وسعتِ ظرف حاصل ہو جائے کہ وہ یادِ خدا کے ساتھ نوعِ انسانی کے مسائل پر غور کر سکے اور ان میں عملاً دل چسپی لے سکے تو ایسی ولایت کو ''ولایتِ نبوت'' کہا جاتا ہے اور ایسے علما کو جو وسعتِ ظرفی کے مالک ہوں، وارث انبیا قرار دیا جاتا ہے ؎

ان کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انھی کے اتقا پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انھیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انھیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے لاتعلق ہوں

پھریں دریا میں اور نہ کپڑوں کو لگے پانی
اگر جائیں خلوت میں تو جلوت کا مزہ آئے
اگر جائیں جلوت میں تو ساکت ہو سخن دانی

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی مقدس شخصیت اور پوری زندگی ایک کرامت اور نمونہ تھی۔ اگر سلسلۂ روحانیت میں بلندیٔ نظر حدِ اعجاز سے آگے بڑھی ہوئی تھی تو سیاست اور تدبیرِ مملکت میں بھی نظر کی گہرائی اور دور اندیشی معجزہ کی سی شان رکھتی تھی ۔

بتاتے آپ گھوارہ میں اسرار
سعید آپ اپنی ماں کے پیٹ سے تھے
آلائے یادگارِ شیخ ما اغنی سعید احمد
غلام غلامانِ رائے پور بشیر احمد

18-10-2012

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (3)

راہ رو تھا راہِ عشق کا ، منزل کو پالیا
اس کا جواب اور کیا ان کی لوحِ مزار دے

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد صاحب رائے پوری کی وفات حسرت آیات متعلقین و محبین خانقاہِ رائے پور کے لیے ایک عظیم حادثہ اور محرومی سے کم نہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پیدائش کے بعد ہی جو ماحول پایا اور جن اکابر سے ان کا نسبی و روحانی تعلق رہا، وہ ایک بہت بڑا انعامِ ربی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو ہی عنایت فرماتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی منتخب بندوں میں سے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن، جوانی اور عمر کا آخری حصہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، ان کے جانشین حضرت والا صفات مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کی بابرکت صحبتوں اور نگرانی میں گزرا۔ ان روحانی و علمی صحبتوں نے جو رنگ چڑھایا، وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جمعیت طلبا اسلام کی سرپرستی، سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے طلبا اور پروفیسرز، اساتذہ، ڈاکٹروں، انجینئرز اور دنیاوی تعلیم سے بہرہ ور دیگر طبقات کو دین کی طرف راغب کرنے اور ان کی تربیت و اصلاح کے لیے ایک پُرکشش اور جدید طریقہ سلسلۂ رحیمیہ کے نام سے جاری فرمایا اور چند برسوں میں جو نتائج سامنے آئے، وہ حضرتؒ کے اخلاص، تجدیدی محنت اور جدوجہد کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

دنیاوی تعلیم یافتہ بے دین اصحاب، جو علماً، عملاً، عقیدتاً دین سے دور، تشکیک کا شکار، غلط راہ پر گامزن تھے، بہت ہی مختصر مدت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ، محبت، اور بے لوث خدمت سے ایسے بدلے کہ شکل وصورت، لباس بھی بدل لیے اور فکرِ آخرت میں ڈوب کر دینی عبادتوں میں مشغول نظر آئے۔ یہ نوجوان معاملات، معاشرت، اخلاق میں اچھے بھلے دین داروں، جدی پشتی مولویوں کو پیچھے چھوڑ گئے۔

دراصل حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے افکار، فلسفہ، طریق عمل کو "حُجّةُ اللّٰہ البالِغہ" کی تعلیمات کی روشنی میں عملی صورت دی۔ سرزمین پاکستان جو قرآن وسنت اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے سنہری وعدوں کے ساتھ وجود میں آئی تھی، مگر جس کے باسیوں اور بے دین، غافل برسراقتدار طبقے نے ان وعدوں کو بھلا کر بالکل الٹ معاشرے کی تشکیل کی۔ ایسے حالات میں دینی فضا کو ملک میں قائم کرنے کے لیے ایسی تجدیدی تحریک کی ازحد ضرورت تھی، جو مطلوبہ انقلاب لائے۔ مگر حکمت وبصیرت کے ساتھ یہ کام اللہ تعالیٰ نے خانقاہِ رحیمیہ کے متوسلین کے ذریعے اکابر کے طریق پر جاری فرمایا۔ اس کا سہرا حضرت مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر ہے۔

امید اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے جاری فرمودہ تحریک کو جلد از جلد کامیاب فرمائیں گے۔ ہمارا سب کا فرض ہے کہ اپنی اپنی بساط کے مطابق اس تحریک کی درمے، دامے، سخنے تائید ونصرت کریں اور "فکّ کلّ نظام" کے مطابق ایسا انقلاب اس ملک میں لائیں، جو اکابرین کی منشا کے مطابق اس ملکِ پاکستان کے قیام ومقصد کو واقعی صحیح معنوں میں پورا کر سکے۔ ایسے انقلاب کے لیے جس تحریک کا آغاز حضرت مرحوم رحمۃ اللہ علیہ مولانا سعید احمد رائے پوریؒ فرما گئے ہیں، وہ ضرور برگ وبار لائے گا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام تاابد زندہ و تابندہ رہے گا ۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

o

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے جائیں۔ اور ان کے پس ماندگان و ہم سب متعلقین کو صبر کے ساتھ ان کے مشن سے وابستہ رہ کر تکمیل تک پہنچانے کی توفیق مرحمت فرماویں۔ آمین

یکے از بندگان خانقاہِ رحیمیہ عبدالوحید (انجینئر) انبالوی
314- نواں شہر، ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (4)

حضرت قبلہ پیر طریقت فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے جو دین اسلام کے لیے کام کیا، وہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے کیا اور حضرت شاہ صاحبؒ کی کمی زندگی بھر محسوس ہوتی رہے گی۔ اور ایسی ہستیاں صدیوں کے بعد دنیا میں قدم رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے حضور دعا ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی قبر کو جوارِ رحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

الحاج پیر اختر رسول قادری آستانہ حق باہو سرکار، والٹن، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (5)

حضرت شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے ہمارا 40 سالہ پُرانا تعلق تھا۔ ہماری دینی، تحریکی تربیت حضرتؒ نے فرمائی۔ حضرت سعید احمد رائے پوریؒ نے پوری زندگی شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے نظریات کے مطابق نوجوان طبقے کی جس طرح تربیت کی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آج حضرتؒ کے وصال سے جو خلا پیدا ہوا، شاید وہ صدیوں پورا نہ ہو سکے، مگر ان کی تربیت یافتہ جماعت حضرتؒ کی روحانی اولاد کی صوت میں زندہ رہے گی۔

دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ حضرتؒ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوست میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تحریر: محمد صفدر چوہدری چیچہ وطنی دستخط ڈاکٹر طاہر مسعود کہروڑپکا
دستخط ڈاکٹر محمد اعظم چیچہ وطنی

 رپورٹ: مولانا محمد یعقوب، مسعود احمد

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

کا دورۂ شمالی پنجاب

حضرت اقدس مفتی عبدالخالق رائے پوری خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے متوسلین کی شدید خواہش پر تیس مئی 2013ء بروز جمعرات شمالی پنجاب کے دورے پر راولپنڈی تشریف لائے۔ آپ راولپنڈی پہنچنے سے قبل پروفیسر قاضی محمد یوسف (مجاز حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری) کی رہائش گاہ پر حسن ابدال تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس کے ہمراہ مفتی عبدالمتین نعمانی (صدر ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ) بھی تھے۔ حضرت اقدس نے پروفیسر قاضی محمد یوسف کی والدہ محترمہ کے انتقال پر ملال پر اظہارِ تعزیت کیا اور مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اس کے بعد اس علاقے کے جمع ہونے والے تمام احباب نے حضرت اقدس سے قومی اور بین الاقوامی اہم ایشوز پر استفادہ کیا۔ نمازِ ظہر تک یہ نشست جاری رہی۔ نمازِ ظہر کے بعد حضرت اقدس، حافظ تیمور الٰہی کی رہائش گاہ پر تشریف لائے۔ انھوں نے حضرت اقدس کے اعزاز میں ظہرانے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ ظہرانے کے بعد حضرت اقدس نے اہل خانہ کے لیے دعا کی اور راولپنڈی روانہ ہو گئے۔

4:30 بجے حضرت اقدس مدظلہ العالی ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کیمپس پہنچے، جہاں جناب شہزاد احمد شاہ، ڈاکٹر قاری تاج افسر، جناب مرزا محمد رمضان کے علاوہ اسلام آباد اور راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے احباب نے کثیر تعداد میں حضرت اقدس کا استقبال کیا۔ بعد نمازِ عصر حضرت اقدس کے اعزاز میں استقبالیہ نشست منعقد کی گئی، جس کی صدارت ڈاکٹر قاری تاج افسر نے کی، جب کہ نظامت کے فرائض جناب کاشف شریف نے انجام دیے۔ نشست کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت مولانا پروفیسر عبدالجبار کو حاصل ہوئی۔ اس نشست میں دو لیکچرز ہوئے۔ پہلا لیکچر مفتی عبدالمتین نعمانی نے دیا، جس کا موضوع تھا ''جدوجہدِ آزادی میں خانقاہِ رائے پور کا کردار''۔ مفتی صاحب کا لیکچر مغرب تک جاری رہا۔ تمام احباب نے حضرت اقدس مدظلہ العالی کی اقتدا میں نمازِ مغرب ادا کی۔ اس کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ مجلس ذکر کے بعد حضرت اقدس نے ''سماجی تبدیلی قرآن حکیم کی روشنی میں'' کے موضوع پر ایک بلیغ خطاب کیا۔ خطاب کے بعد جناب کاشف شریف نے حضرت اقدس کے خطاب کے اہم نکات بیان کیے۔ یہ نشست حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کی دعا کے ساتھ تکمیل پذیر ہوئی۔ اس کے بعد تمام احباب نے نمازِ عشا ادا کی اور رات کا کھانا تناول فرمایا۔ اور حضرت اقدس مدظلہٗ العالی سے ملاقات اور مصافحہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہو گئے۔ جب کہ حضرت مع دیگر احباب کے جناب ڈاکٹر خرم کے ہاں ان کے والد صاحب کی وفات پر تعزیت کے لیے تشریف لے گئے، جہاں سے 12 بجے رات رحیمیہ کیمپس میں واپسی ہوئی اور رات کا قیام کیا۔

مؤرخہ 31 / مئی بروز جمعۃ المبارک 10 بجے حضرت اقدس مدظلہٗ العالی جناب خواجہ محمد نواز کی رہائش گاہ تشریف لائے۔ اس سے قبل ان کے بھائی خواجہ محمد اقبال کے گھر بھی دعا فرمائی۔ خواجہ نواز نے حضرت اقدس کے اعزاز میں ناشتے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ 12 بجے حضرت اقدس مدظلہٗ العالی واپس ادارہ رحیمیہ تشریف لائے اور نمازِ جمعہ کے لیے تیاری کی۔ حضرت اقدس نے نمازِ جمعہ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ راولپنڈی کیمپس میں پڑھائی۔ جب کہ مفتی عبدالمتین نعمانی نے جامع مسجد پوسٹ گریجویٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں خطبہ جمعہ دیا اور نماز پڑھائی۔ حضرت اقدس کا بیان ایک بجے شروع ہوا، حضرت اقدس کے جمعۃ المبارک کے بیان کو سننے آنے والے احباب کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ادارہ کے تمام ہالز اور باہر والا صحن لوگوں سے بھرے ہوئے تھے، جن میں احباب کے علاوہ خانقاہ عالیہ رائے پور کے متوسلین کی کثیر تعداد شامل تھی۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدس نے عمومی ملاقاتیں کیں اور آرام فرمایا۔ اسی دوران مولانا محمد مختار حسن بھی نوشہرہ سے تشریف لے آئے۔ نمازِ مغرب کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی پریس کلب راولپنڈی تشریف لے گئے، جہاں ایک عمومی سیمینار کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس سیمینار کی صدارت جناب عدنان محمود نے کی، نظامت کے فرائض جناب قاسم زبیر نے انجام دیے، اس سیمینار میں سب سے پہلے مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے ''جدوجہدِ آزادی میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا کردار'' کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے ''پاکستان میں عدمِ استحکام کے اسباب'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ اس سیمینار میں کثیر تعداد میں افراد نے شرکت کی، جن میں حضرت اقدس کے متعلقین اور دیگر احباب بھی شریک ہوئے۔ اس سیمینار کی تکمیل حضرت اقدس کی دعا سے ہوئی۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری، جناب شیخ افتخار کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ انھوں نے حضرت اقدس کے اعزاز میں عشائیے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔

مؤرخہ یکم / جون بروز ہفتہ 10 بجے صبح حضرت اقدس مدظلہٗ العالی، جناب سید مطلوب علی زیدی کی دعوت پر ان کے بھائی جناب مصطفیٰ زیدی کے گھر تشریف لے گئے، جہاں انھوں نے ناشتہ کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ ناشتے کے بعد اہل خانہ کے لیے دعا کی۔ اس کے بعد حضرت ادارہ رحیمیہ واپس تشریف لے آئے، جہاں نمازِ ظہر کے بعد آرام فرمایا۔ نمازِ عصر کے بعد ادارہ رحیمیہ میں راول زون کے زیرِ اہتمام عمومی سیمینار تھا، جس میں کثیر تعداد میں افراد شریک تھے۔ اس میں دو لیکچرز ہوئے۔ پہلے مفتی عبدالمتین نعمانی نے ''نوجوانوں کی تربیت میں خانقاہِ رئے پور کا کردار'' کے موضوع پر اظہارِ خیال کیا۔ اس کے بعد حضرت رائے پوری نے ''پاکستان میں سیاسی عدم استحکام کے اسباب'' کے موضوع پر جامع خطاب فرمایا۔ پروگرام کے اختتام پر نمازِ مغرب ادا کی اور اس کے بعد مجلس ذکر ہوئی۔ عشا کی نماز کے بعد احباب رخصت ہوئے۔

مؤرخہ 2 / جون بروز اتوار کو حضرت اقدس، جناب مرزا جاوید حمید کے ہاں ناشتے کے لیے تشریف لے گئے، جہاں تمام اہل خانہ نے حضرت اقدس سے بیعت کی۔ ناشتے سے فراغت کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی مظفر آباد آزاد کشمیر تشریف لے گئے، جہاں پر خواجہ عمر علی، مفتی طاہر محمود اور یونیورسٹی کے دوستوں نے آپ کا استقبال کیا۔ دوپہر کا کھانا خواجہ عمر کے گھر ہوا۔ 2:30 بجے وادیٔ نیلم کے لیے روانہ ہوئے اور پانچ بجے شام کنڈل شاہی میں پہنچے۔ یہاں پر عمومی سیمینار ہوا۔ جس میں نیلم وادی کے گرد و نواح سے بہت سے احباب نے شرکت کی۔ سب سے پہلے مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی نے ادارہ رحیمیہ کا تعارف کرایا۔ ان کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے ''اسلام میں انسان دوستی کے تصور'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ پھر پیر پنجال کٹن میں مون گیسٹ ہاؤس کا افتتاح کیا۔ اور رات کا قیام بھی یہیں ہوا۔ نمازِ مغرب اور مجلس ذکر جناب جنیدِ رحمٰن کے گھر منعقد ہوئی۔ بعد ازاں مقامی احباب نے بیعت کی۔ اس کے بعد مفتی عبدالمتین نعمانی نے ذکر کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔

مؤرخہ 3 / جون بروز اتوار کو جناب جنیدِ رحمٰن کے گھر ناشتے کے بعد انھی کے ہاں خواتین کے لیے درسِ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ نے درس دیا۔

بعدازاں خواتین حضرت اقدس سے بیعت ہوئیں۔ 12 بجے کُٹن کالونی میں چائے کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر سیاحتی مقام کیرن میں دوستوں نے حضرت سے استفادہ کیا۔ پھر وہاں سے شام 5 بجے واپس مظفرآباد تشریف لائے۔ نمازِ مغرب کے بعد نیلم ویو ہوٹل کے سبزہ زار میں عمومی سیمینار رہوا۔ جس میں پہلے مفتی عبدالمتین نعمانی نے ادارے کا تعارف اور خدمات کے حوالے سے گفتگو کی۔ اس کے بعد ''اسلام میں انسان دوستی کا تصور'' پر حضرت اقدس نے خطاب فرمایا۔ اس سیمینار میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد جناب مفتی طاہر محمود کے ہاں نمازِ عشا ادا کی۔ یہیں پر عشایئے کے بعد رات کا قیام بھی ہوا۔

مؤرخہ 4/ جون بروز سوموار کو جناب مفتی طاہر محمود کے ہاں ناشتے کے بعد مقامی احباب نے حضرت اقدس سے استفادہ کیا۔ بعدازاں 10 بجے مظفرآباد ریڈیو اسٹیشن کے اسٹیشن مینیجر کی دعوت پر ایک انٹرویو دینے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ جہاں پر جناب طاہر چغتائی نے اُن سے انٹرویو لیا، جو اُسی روز دو بجے ریڈیو پاکستان مظفرآباد کی جانب سے FM.93 پر نشر ہوا۔ 1 بجے حضرت اقدس دامت برکاتہم مری کے لیے روانہ ہوگئے۔ مری کے مقامی احباب نے ''جاوا ہوٹل'' میں ایک عمومی سیمینار کا انعقاد کیا ہوا تھا۔ شام 6 بجے سیمینار کا آغاز ہوا۔ اس سیمینار میں دو لیکچرز ہوئے۔ سب سے پہلے مفتی عبدالمتین نعمانی ''شعوری جدوجہد میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کا کردار'' کے موضوع پر بیان فرمایا۔ مفتی صاحب نے اپنے لیکچر میں جہاں خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی مکمل تاریخ، جدوجہد اور کارنامے بیان کیے، وہاں انھوں نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید کی جہدِ مسلسل اور فکر و عمل پر بھی روشنی ڈالی۔ اور فرمایا کہ آج کے دور میں یہی افکار و نظریات ہماری بقا کے ضامن ہیں۔ اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے ''سماجی تشکیل؛ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے اپنے موضوع میں تشکیل نو کے ان اصولوں کی وضاحت کی، جو قرآن حکیم اقوامِ عالم کا تذکرہ کر کے بیان کرتا ہے۔ نیز آپ نے سیرتِ نبویؐ کے تناظر میں آج کے دور میں جس کردار کی ضروت ہے، اس کی وضاحت کی۔ حضرت اقدس کا خطاب نمازِ مغرب تک جاری رہا۔ اس کے بعد تمام احباب نے حضرت اقدس کی اقتدا میں مغرب کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ مری میں قیام گاہ اسماعیل اسٹیٹ مال روڈ تشریف لے گئے۔ یہی وہ جگہ ہے، جہاں حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ اپنی زندگی کے آخری دورے کے دوران قیام فرمایا تھا۔ اسی جگہ مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے نماز عشا ادا کی اور تمام حضرات نے رات کا کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد احباب نے حضرت اقدس سے خوب استفادہ کیا۔ جو رات 12 بجے تک جاری رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس دوستوں کے ہمراہ چہل قدمی کے لیے تشریف لے گئے۔

مؤرخہ 5/ جون بروز بدھ کی صبح حضرت اقدس پروفیسر ظفر حیات (مجاز حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری) کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ انھوں نے حضرت اقدس کے اعزاز میں ناشتے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس موقع پر لارنس کالج مری کے پروفیسرز سے بھی مختلف علمی موضوعات پر بات چیت کا سلسلہ جاری رہا۔ ناشتے کے بعد حضرت اقدس نے اہل خانہ کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد مولانا عبدالماجد خطیب جامع مسجد لارنس کالج، حضرت اقدس کو اپنے گھر لے گئے۔ جہاں اہل خانہ کے لیے حضرت نے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت اقدس راولپنڈی کی طرف روانہ ہوگئے اور 5 بجے ادارہ رحیمیہ کیمپس پہنچے۔ جہاں نمازِ مغرب ادا کی۔

نمازِ مغرب کے بعد ادارے میں ہی مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ اس کے بعد حضرت رائے پوری رات کے کھانے کے لیے جناب سہیل حمید مرزا کے ہاں تشریف لے گئے۔ کھانے کے بعد اہل خانہ کے لیے دعا کی اور واپس ادارہ میں قیام کے لیے تشریف لائے۔

مؤرخہ 6/ جون بروز جمعرات کو صبح 9:30 بجے آپ جناب شعیب ملک کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ انھوں نے حضرت اقدس کے اعزاز میں ناشتے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس موقع پر کافی احباب جمع ہوگئے، جن سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ناشتے کے بعد حضرت اقدس نے اہل خانہ کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد بحریہ ٹاؤن میں جناب محمد سلیم کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ دیر قیام کیا اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت اقدس لاہور کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر قاری تاج افسر، جناب جاوید حمید، مولانا قاضی محمد یوسف اور دیگر احباب نے حضرت اقدس کو بحریہ ٹاؤن کے کراسنگ پل پر الوداع کیا۔ جب کہ پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن ادارہ رحیمیہ راولپنڈی کی نمائندگی کرتے ہوئے لاہور تک حضرت اقدس مدظلہٗ العالی کے ہمراہ رہے۔ لاہور کے سفر کے دوران حضرت اقدس دینہ کے احباب کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے۔ جہاں خواجہ محمد نواز کے بھائی جناب محمد سلیم کی درخواست پر حضرت اقدس ان کی فلور مل میں تشریف لے گئے اور وہاں حضرت نے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت اقدس جناب ملک جاوید کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت اقدس کے اعزاز میں استقبالیہ نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جناب نذیر کیانی اور دیگر تمام احباب نے حضرت اقدس کو خوش آمدید کہا، جہاں دینہ، جہلم اور میرپور سے تشریف لائے ہوئے احباب نے حضرت اقدس سے ملکی اور بین الاقوامی اہم ایشوز پر بھرپور استفادہ کیا۔ یہ نشست تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ وہاں سے جہلم کے لیے روانگی ہوئی، جو شمالی پنجاب ریجن کے پوٹھوہار زون کا آخری مقام ہے۔ وہاں پر مولانا محمد معاویہ اور تنویر علی قریشی نے واپڈا کالونی کی مسجد میں چائے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ جہلم کے دوستوں نے حضرات سے سوالات کر کے خوب استفادہ کیا۔ یہ نشست تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ جہلم سے روانہ ہوکر پروفیسر حافظ عبدالرحمٰن نے حضرت اقدس سے اپنے آبائی شہر گوجرانوالا میں چائے کی ضیافت کی درخواست کی۔ حضرت اقدس نے ازراہِ شفقت پروفیسر عبدالرحمٰن کی دعوت کو قبول کیا۔ یہ چائے کی دعوت جناب پروفیسر عبدالرحمٰن کے پھوپھی زاد بھائی جناب علیم ظفر کی رہائش گاہ جمیل ٹاؤن گوجرانوالا میں ہوئی۔ اور وہیں نمازِ مغرب ادا کی گئی۔ نمازِ مغرب کے بعد انھی کے مکان پر مجلس ذکر منعقد ہوئی، اس کے بعد مولانا مفتی محمد اویس مرحوم کے صاحب زادے اپنے ناظم مدرسہ کے ہمراہ حضرت اقدس کی زیارت کے لیے تشریف لائے اور اپنے مدرسے کے طلبا سے وعظ و نصیحت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت اقدس نے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا۔ حضرت اقدس نے عشا کی نماز سے پہلے دارالعلوم دیوبند کا پس منظر اور صاحبِ نسبت افراد کی صحبت کی اہمیت پر بیان فرمایا۔ دعا کے بعد کثیر طلبا نے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا۔ بعدازاں حضرت اقدس مدظلہٗ العالی لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ 10:30 بجے رات یہ قافلہ ادارہ رحیمیہ لاہور پہنچا، جہاں حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی، جناب حافظ محمد شفیق، جناب ساجد چوہدری اور ادارہ رحیمیہ لاہور کے طلبا نے حضرت اقدس کا استقبال کیا۔

تاثرات اور یادیں

از مولانا حافظ محمد اختر رحمانی گوجرانوالہ

عصرِ حاضر کی تجدیدی روح کے امین

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید

ہمارے خطۂ برعظیم ہندوستان میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی رہنمائی اپنے اپنے ادوار میں نمایاں رہی ہے۔ یعنی انھوں نے انسانی ترقی کے بنیادی تقاضوں کا ادراک وشعور پیدا کیا اور ان میں حائل رکاوٹوں کی نشان دہی اور ان کا قابل عمل حل پیش کیا۔ چناں چہ ان مجددین وقت نے اپنے اپنے ادوار میں جامع رہنمائی دی اور کشمکش حیات میں ترقی کا اصل راز بتایا۔ جس سے وحدتِ انسانیت پیدا ہوئی اور نہ صرف دورِ رواں میں ترقیات حاصل کیں، بلکہ آنے والے ادوار کی پیش بندی بھی کی۔

جب 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد برعظیم ہندوستان مکمل طور پر (سیاسی، معاشی، معاشرتی) طور پر انگریز کا غلام بن گیا تو اسی سلسلے کے علما اور مجددین وقت نے عدمِ تشدد کی بنیاد پر تحریکاتِ آزادی چلائیں اور سامراج کو اس خطے سے جانے پر مجبور کر دیا۔ 1947ء میں نوآبادیاتی نظام کی ترقی یافتہ ظالمانہ شکل جدید نوآبادیاتی نظام کی صورت میں مسلط ہوئی اور دلکش نعروں اور عنوانات کے ساتھ اس خطے کو نہ صرف تقسیم کیا گیا، بلکہ فکری، سیاسی اور معاشی طور پر خطرناک غلامی میں دھکیل دیا گیا۔

ایسے حالات میں کہ جب ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی بنیاد ہی فرقہ واریت ہو اور جنونیت اور انتہا پسندی کا ماحول ہو، سامراج نام نہاد آزادی کے نام پر پاکستان کو اپنی چھاؤنی (مرکز) بنا چکا ہو، قیادتیں بک چکی ہوں، مذہب کا کردار آلہ کار کے طور پر ہو اور امیر اور غریب کے درمیان خلیج پیدا کر کے اُسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہو، یقیناً ایسے ماحول میں ایک ایسے مسیحا کی ضرورت ہے، جو اسلاف کے مشن کو زندہ کرے۔ اعلیٰ فکر ونظریہ اور شعور پر ایک بہادر، باصلاحیت اور خدا شناسی وانسانیت دوستی کے پروگرام سے مزین جماعت تیار کرے، جو قومی وبین الاقوامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو اور طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو۔ وہ مسیحا حضرت شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ العزیز تھے، جو خانقاہِ رائے پور اور ولی اللّٰہی فکر ونظریے کے حقیقی وارث تھے۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس دور کی تجدیدی روح کو زندہ کرتے ہیں۔ یہ تجدیدی کام آپؒ کے مرشد ومربی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپؒ کے ذمے لگایا۔ آپؒ میدان میں اترتے ہیں اور نہ صرف اپنے مرشد کی روح کو خوش کرتے ہیں، بلکہ خانقاہ رائے پور اور ولی اللّٰہی فکر ونظریے کے سرپرستِ اعلیٰ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ و دیگر بزرگوں کے فکری وروحانی تسلسل کو زندہ کرتے ہیں اور اس جماعت کے سچے وارث بنتے ہیں۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ مجددین کا کردار ہمیشہ ایسے حالات میں سامنے آیا جب قومیں سیاسی ومعاشی غلامی کا شکار ہوتی تھیں اور فکری وذہنی طور پر اس طرح مفلوج ہو جاتی تھیں کہ اس وقت کے طاغوت کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہوتی تھیں اور مایوسی کی دلدل میں پھنس جاتی تھیں۔

حقیقت یہی ہے کہ پاکستان بھی ایسے ہی حالات سے دوچار تھا کہ کوئی جماعت اتنی سکت نہیں رکھتی تھی کہ وہ طاغوتی پالیسیوں کا مقابلہ کر سکے اور مفلوج وبیمار سماج کے حق میں کلمہ حق کہہ سکے۔ سامراج نے جو تعلیمی نظام دیا تھا، اس میں دین ودنیا کی تقسیم تھی۔ مادیت پرستی کا غلبہ تھا۔ انفرادی سوچ اس حد تک سرایت کر چکی تھی کہ دین کا کوئی شعبہ ہو یا دنیاوی زندگی کے معاملات ہوں، فرد کے گرد گھماتے تھے۔ سوچ انتہائی سطحی ہو چکی تھی۔ ایسے حالات میں تجدیدی کردار ادا کرنے کی ضرورت تھی۔ ایسی نشاۃ ثانیہ کی ضرورت تھی، جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یاد تازہ کرے۔ تاریخ کو رخ موڑ دے اور اپنے اسلاف کے تسلسل کو زندہ کر دے۔ چناں چہ حضرت اقدسؒ اس چیلنج کو قبول فرماتے ہیں اور زندگی کی آخری سانسوں تک اپنا تن من دھن قربان کر دیتے ہیں۔

اپنے اپنے ادوار میں جن ہستیوں نے انسانیت کی آزادی کے لیے کام کیا اور انھیں اعلیٰ عقل وشعور عطا کیا، ان میں اعلیٰ درجے کی خدا شناسی، اعلیٰ درجے کی انسانیت دوستی، پہلے دونوں امور کی تشکیل کا فکری وعملی نظام، جماعت بندی، معروضی حالات کے مطابق پلاننگ، وقت کے طاغوت/ سامراج کا مقابلے اور اپنے بعد کام کرنے والے جانشین اور جماعت کی تیاری ہے۔ مذکورہ بالا تمام اوصاف کے وارث وامین ہی دراصل سچے وارث ہیں۔

اس وراثت اور صلاحیت سے مرصع ومزین حضرتِ اقدس رائے پوریؒ میدانِ عمل میں اترتے ہیں اور اپنے اسلاف کے فکر ونظریے اور مشن کو زندہ کرتے ہیں۔ آپؒ سفروں اور موسموں کی شدت کو بالائے طاق رکھ کر کراچی سے خیبر تک، کشمیر کی وادیوں اور پہاڑوں کی بلندیوں تک پہنچتے ہیں اور ایک ایک ورکر کا دروازہ کھٹکھٹا کر نہ صرف اس کو بیدار کیا، بلکہ اعلیٰ فکر وشعور کی دولت سے مالا مال کر کے وقت کا قائد بنا دیا۔ اصل میں ان بزرگوں کا کام ہی یہی رہا ہے کہ انھوں نے افراد سازی کر کے ایسی جماعت تشکیل دی، جو اس دور کے معروضی تقاضوں کو سمجھتے ہوئے انسانیت کی قیادت کا کردار ادا کرتی ہے۔ الحمدللہ! حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ اداروں کی تشکیل، جماعت سازی کے مکمل مراحل، جس میں جماعت کی باطنی وخارجی تطہیر وتزکیہ کرنے اور اپنا کام ہر اعتبار سے مکمل کرنے کے بعد اپنے خالق کے حقیقی کے سامنے سرخرو ہوئے اور حظیرۃ القدس میں اعلیٰ رتبے پر فائز ہوئے۔ آج کارکنان فکرِ ولی اللّٰہی، خانقاہِ رائے پور کے متوسلین، مریدین اپنے اس قائد، رہبر اور مربی پر فخر کرتے ہوئے بڑے مؤدب انداز میں سلام پیش کرتے ہیں۔

حضرت اقدسؒ سے میری پہلی ملاقات 1981ء کے دوران فیصل آباد میں ہوئی، جب کہ میں ایک جامعہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ ایک کلاس فیلو نے دعوت دی کہ کوئی بزرگ آئے ہوئے ہیں، ان کو ملنے جانا ہے۔ جب وہاں پہنچے تو انتہائی منور چہرے موجود تھے۔ قطب الاقطاب حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ العزیز اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید تشریف فرما تھے۔ انتہائی محدود وناقص ملاقات تھی، کیوں کہ عقل وفہم میں بچپن تھا، البتہ مجلس میں فطری جاذبیت موجود تھی۔ یہ غیر محسوس جاذبیت یا یوں کہیے کہ بزرگوں کی خصوصی نظرِ کرم اور شفقت تھی کہ صرف ایک سال کے عرصے میں وابستگی کا سفر شروع ہو گیا۔ 1982ء کے دوران برادرِ اکبر محترم محمد اکرم طاہر پنجاب یونیورسٹی لاہور میں زیرِ تعلیم تھے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کچھ ذرائع سے موصوف کی ملاقاتیں ہو چکی تھیں اور وہ حضرت کی محبت میں گرفتار ہو چکے تھے۔ برادرم سے ملاقات ہوئی تو مذہبی جماعتوں اور سیاست پر بات جیت ہوئی۔ ہم خاندانی طور پر مسلک دیوبند اور سیاسی طور پر جمعیت علمائے

rahimia.org

اسلام کو پسند کرتے تھے اور اس کے آگے کچھ نہیں سوچتے تھے۔ مفتی محمود مرحوم کو حرف آخر سمجھتے تھے۔ بزرگوں کے تسلسل پر بات چیت کرتے ہوئے موصوف نے سوال کیا کہ جمعیت طلبائے اسلام کے بانی کون ہیں؟ میں نے جواب دیا: مفتی محمود صاحب۔ انھوں نے پوچھا کہ ملک میں تبدیلیٔ نظام ضروری ہے یا نہیں؟ اگر ضروری ہے تو کون تبدیلی لائے گا تو میں نے کہا کہ مفتی محمود صاحبؒ تبدیلی لائیں گے۔ برادر محترم نے سطحی جوابات کو شعوری رنگ دیا اور فرمایا کہ جمعیت طلبائے اسلام کے بانی حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری ہیں اور تبدیلیٔ نظام مروّجہ سیاسی انتخابی پارٹیاں نہیں کرسکتیں، اس کے لیے مستقل راستہ اور طریقہ کار ہے اور وہ کام صرف حضرت رائے پوری کر رہے ہیں۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے باضابطہ ملاقات سے فکر و قلب کی کایا پلٹ گئی۔ لاہور 56- میکلوڈ روڈ پر حضرت اقدس سے ملاقات کی تفصیلات تو بہت ہیں، جس میں آپ نے ملکی حالات، مدارس کی زبوں حالی، نیز بزرگوں (علمائے حق) کے تعارف کے ساتھ وہ ماحول فراہم کیا، جس سے نہ صرف فکر و نظریے میں تبدیلی ہوگئی، بلکہ قلب و روح میں بھی اس طرح تبدیلی آئی کہ وہ دن تا حال اس سلسلۂ عظیمہ کے ساتھ ہی پختہ وابستگی ہوگئی۔ اس ملاقات میں محترم قاری محمد انور قاسم بھی موجود تھے۔ اللہ رب العزت دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ان علمائے ربانیین کی رفاقت و سرپرستی نصیب فرمائے۔

محترم حضرت سید مطلوب علی زیدی مدظلہٗ العالی ان دنوں 56- میکلوڈ روڈ کے منتظم تھے، بلکہ خادمِ اعلیٰ تھے۔ ہر آنے والے دوستوں کی خدمت بڑے ذوق و شوق اور محبت سے کرتے۔ ان کا استقبال کرتے اور پھر الوداع بھی کرتے۔ آپ موصوف صبح ناشتے میں چائے، کیک رس اور رات کی خشک روٹی لائے۔ میں نے اور قاری محمد انور قاسم صاحب نے ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا کہ رات کی خشک روٹی کیسے کھائیں گے۔ ابھی ہم ان سوچوں میں گم تھے کہ حضرتؒ اقدس بھی تشریف لائے اور دسترخوان پر بیٹھتے ہی رات کی خشک روٹی پکڑی اور اپنی چائے والی پیالی میں ڈالتے ہوئے فرمانے لگے کہ: یہ بوڑھوں کا کھانا ہے۔ آپ احباب یہ کیک رس وغیرہ تناول فرمائیں۔ پھر اس طرح گفتگو فرمائی کہ دسترخوان بھی تربیت گاہ بن گیا۔ اس دن کے بعد سینکڑوں دفعہ 56- میکلوڈ روڈ پر راتوں کو، دنوں کو اور ہر موسم میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ہم نے حضرت اقدس کی محبت و شفقت، پیار اور سادگی اور پھر استقبال کرنے اور الوداع کہنے میں (یہ تمام انبیا، اولیاء اللہ اور مجددین کی صفات ہیں) کبھی کمی محسوس نہیں کی، بلکہ جاذبیت و تعلق بڑھتا چلا گیا۔

فکری و نظریاتی تربیت کے لیے حضرتؒ کے ساتھ پاکستان کے مختلف شہروں میں جانے کا اتفاق ہوا، جس کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں۔ کسی ایک عنوان کو بھی اگر لیتے ہیں تو ایک کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ کیوں کہ حضرت اقدس کی زندگی کا اکثر حصہ ملک اور بیرونِ ملک (خانقاہ رائے پور) سفر میں گزرا اور کراچی تا خیبر، کشمیر کی وادیوں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، جہاں قدم مبارک نہ پڑے ہوں اور نوجوانوں کی فکری و ذہنی پیاس نہ بجھائی ہو۔ چناں چہ آپؒ کی زندگی مبارک کا 90% حصہ اسفار میں گزرا، جس کا حاصل یہ ہے:

(۱) حضرتؒ سفر میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتے، خود تربیت فرماتے۔

(۲) اکثر حکم فرماتے کہ جس جگہ پر نوجوان بیٹھے ہیں وہاں جا کر ان سے بات چیت کرو۔

(۳) احباب کے آرام وطعام کا خیال رکھتے۔ شروع شروع میں مری میں کئی پروگرام ہوئے، جس میں حضرتؒ اقدس دوستوں کی آمد و رفت، آرام، قیام وطعام کا بھرپور خیال رکھتے تھے۔ گویا سفری ضروریات وتقاضوں کو رفیقوں کی طرح نبھاتے تھے۔

(۴) قیام کے دوران اعلیٰ درجے کا ڈسپلن، پلاننگ اور دسترخوان کے حوالے سے مینجمنٹ ہوتی تھی کہ بہت سارے مہمانوں کے باوجود میزبان کو پریشان نہ ہونے دیتے تھے۔ خدمتِ عالیہ میں جو بھی پیش کر دیا، اس کو قبول فرما کر ہمیشہ حوصلہ افزائی فرمائی۔

(۵) دورانِ سفر سفری صعوبتوں کو اس طرح برداشت کرتے تھے کہ دوستوں نے جس سواری (موٹر سائیکل، سائیکل، ٹرین، کار) میں بٹھا دیا تو آپؒ نے بخوشی قبول فرمایا اور بیٹھ گئے۔ اور کبھی بھی سفری تکلیف کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ حضرتؒ اقدس کی زندگی ایک مربی کی زندگی تھی۔ اس لیے قیام کے دوران اور سفر میں تربیت کا ماحول فراہم کرتے اور سینئرز و جونیئرز دوستوں کا سفر میں بھی بھرپور خیال رکھتے۔

گوجرانوالا ہمیشہ ہی سے حضرتؒ اقدس کی محبتوں اور شفقتوں کا مرکز تھا۔ حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے پیارے احباب میں سے حضرت صاحبزادہ داوٗدؒ (کنگنی والا)، حضرت مولانا اللہ یارؒ (استاذ مدرسہ نصرۃ العلوم) محترم جناب رانا جمیلؒ، جناب زاہد جاوید اسد ایڈوکیٹ، بندہ ناچیز اور دیگر جماعتی دوست و متعلقین جن کی لمبی فہرست ہے، حضرت جب بھی گوجرانوالہ تشریف لاتے تو ان کے پاس قیام فرما ہوتے اور سب دوستوں کو جمع کر لیتے۔ اور فون کرنے کے لیے ڈائری نکالتے اور اہم جگہوں پر خود فون کرتے۔ کئی جگہوں پر بندہ ناچیز کو ساتھ لیتے اور دوستوں کے گھر ملنے چلے جاتے۔ علمائے کرام کی خدمت میں حاضری دیتے۔ ان سے خیریت دریافت کرتے اور تبادلہ خیال فرماتے۔ قطب الاقطاب حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ کے متوسلین و متعلقین سے بے حد پیار اور شفقت فرماتے اور ان کے گھروں میں ملنے جاتے۔ اور مجھے بھی تاکید فرماتے کہ یہ احباب ہمارے بزرگوں سے متعلق ہیں ان سے رابطہ رکھا کریں۔

آغاز میں فیروز والا روڈ جامع مسجد عثمانیہ میں حضرت مولانا صاحبزادہ محمد داوٗدؒ اور حضرت مولانا اللہ یارؒ سے بہت گہرا تعلق تھا۔ کئی کئی ایام آ کر وہاں ٹھہرتے اور بغیر کسی تکلف کے قیام فرماتے۔ ہر سطح کے ذہن و عمر کے لوگوں کے مطابق گفتگو فرماتے۔ اس جگہ پر کئی مرکزی و صوبائی پروگرامز منعقد ہوئے۔ پھر جب حضرت صاحبزادہ داوٗدؒ جی ٹی روڈ کنگنی والا دار العلوم تحفظ ختم نبوت میں چلے گئے تو یہ سلسلہ وہاں پر منتقل ہوگیا اور انتہائی اہم تربیتی پروگرامز منعقد ہوتے رہے۔

گوجرانوالہ کی خصوصیت و اہمیت اس لحاظ بھی بہت زیادہ تھی کہ ششماہی تربیتی سیمینارز برائے سرکل کلاس جب تک ادارہ رحیمیہ لاہور تعمیر نہیں ہوا، یہیں پر ہوتے رہے۔ اور یہ شرف حضرت صاحبزادہ داوٗدؒ کو حاصل تھا کہ دار العلوم تحفظ ختم نبوت کنگنی والا میں میزبانی کے فرائض سرانجام دیتے اور ہمیشہ حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے حضرتؒ اقدس سے جس طرح محبت و عقیدت کا اظہار کیا اور جس طرح مہمان نوازی کی، وہ بے مثال تھی۔ اس مرکزی پروگرام کے علاوہ حضرتؒ اقدس نے گوجرانوالہ تشریف آوری کے حوالے سے بہت شفقت فرمائی۔ اکثر ہر مہینے کے بعد تشریف لاتے۔ کئی دفعہ پندرہ روز کے بعد بھی تشریف لائے۔ جب بھی تشریف آوری ہوئی، تمام احباب سے شفقت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے ہر کسی کے گھر تک پہنچتے۔ اس کے علاوہ بھی جب کبھی حضرتؒ اقدس کو چھوٹا سا فون کیا، حوصلہ افزائی فرمائی اور تشریف لے آئے۔ دوستوں کی کسی بھی خوشی یا غمی میں کبھی پیچھے نہیں رہے۔ نہ صرف پہنچتے بلکہ بھرپور وقت

rahimia.org

دیتے اور سرپرستی فرماتے۔ انفرادی، اجتماعی اور خاندانی معاملات میں سینئرز و جونیئرز سب کے لیے صائب مشورے دیتے اور دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ کامیابی سے ہم کنار فرماتے۔

حضرتؒ اقدس آخری دن تک اگر کوئی نیا دوست بھی ملنے آیا تو خندہ پیشانی سے استقبال فرماتے، عزت افزائی فرماتے۔ شروع سے لے کر آخر تک میں ایک دو سال کے علاوہ حضرتؒ اقدس کا معمول تھا کہ مجلس میں گفتگو فرماتے ہوئے کبھی تھکاوٹ کو غالب نہ آنے دیتے تھے۔ ہم گھنٹوں رات کو دیر تک بیٹھے ہیں۔ ہمیں نیند آ رہی ہوتی اور ہم پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں ہو جاتے، لیکن حضرتؒ اقدس سوالات کے جوابات دے رہے ہیں۔ مسلسل گفتگو فرما رہے ہیں اور پھر احباب کا خیال رکھتے ہوئے مشورہ دیتے کہ تھوڑا سا آرام کرلو۔ مجلس میں کبھی بوریت نہ آنے دیتے۔ مختلف خوب صورت جملوں کے ساتھ مزاح بھی پیدا فرماتے، جس میں تربیت کا پہلو غالب ہوتا۔ قریب بیٹھے ہوئے دوستوں کو منہ پر ہلکا سا ہاتھ مار کر پیار کرتے۔ دوست ہنستے رہتے۔ یہ ناممکن تھا کہ حضرتؒ کی مجلس میں کسی بھی عمر و سطح کا دوست آیا ہے تو محبت لیے بغیر، خوش ہوئے بغیر، جاذبیت لیے بغیر وہ چلا جائے اور دوبارہ ملنے کی خواہش نہ کرے۔ بلکہ حضرتؒ اقدس کے بارے میں مخالفین نے بھی مشہور کیا ہوا تھا کہ جو بچے اور نوجوان رائے پوری کے پاس چلے جاتے ہیں، پتہ نہیں کیا سونگھاتے اور پلاتے ہیں کہ وہ ان کے عاشق ہو جاتے ہیں اور اپنی جان بھی قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ حضرتؒ اقدس کے ارشادات، آپؒ کی نظرِ کرم، آپؒ کی محبت و شفقت اور سرپرستی، آپؒ کے شب و روز، گویا ہر لمحہ قلم بند کرنا چاہیں تو کئی کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ بس یہی کہنا مناسب ہوگا کہ ایک سمندر ہیں جس میں ایسا آبِ حیات ہے کہ ساری انسانیت اس سے سیراب ہوئی اور ہوگی۔

آپؒ جس طرح زندگی گزار کر گئے ہیں، ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ آپؒ نے انبیا علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، اولیاء اللہ اور مجددینِ وقت اور ولی اللّٰہی جماعت کے اسوۂ حسنہ اور اعلیٰ فکر و نظریہ و شعور کو زندہ کیا ہے۔ اور دورِ حاضر کے معروضی تقاضوں کو سمجھتے ہوئے مجددانہ کردار ادا کیا ہے۔ جس کی بنیاد پر ماضی میں مذکورہ بالا بزرگوں کے ساتھ تاریخی تسلسل کو زندہ کرتے ہیں۔ آپؒ آنے والی نسلوں کے لیے اداروں کی تشکیل اور جماعت سازی کے مراحل کو آگے بڑھاتے ہوئے ایک بہت بڑی امانت ہمارے سپرد کر کے چلے گئے ہیں۔ جس کی ہم نے نہ صرف حفاظت کرنی ہے، بلکہ وہ اعلیٰ فکر و نظریہ و شعور جس کی بنیاد پر قومی و بین الاقوامی انقلاب کی تشکیل کے مراحل کو طے کرنا ہے اور سامراجی و طاغوتی طاقتوں کو شکست دے کر عادلانہ سیاسی، معاشی، معاشرتی نظاموں کی تشکیل کرنی ہے۔ یہ ہے وہ مجددانہ کردار جس کو حضرتِ اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید نے زندہ کیا اور اسی کی بنیاد پر ارتقائی سفر جاری رہے گا۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال 1 ایک شخص کا آپریشن ہوا۔ مثانے سے پیشاب نکالنے کے لیے ایک پلاسٹک پائپ لگا دیا گیا، جس سے مسلسل پیشاب کا اخراج ہوتا رہتا ہے۔ تو ایسا مریض جو باہوش و حواس ہے، وہ وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ پیشاب کا اخراج ایسی حالت میں مسلسل جاری ہے۔ حافظ احسن شاہدرہ، لاہور

جواب: ایسی حالت میں جب کہ مریض پیشاب روکنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو وہ معذور کے حکم میں ہوگا۔ وہ ہر فرض نماز کے وقت نیا وضو کرے گا اور فرض ادا کرے گا۔ ایک وضو کے ساتھ دو اوقات کی فرض نماز ادا نہیں کرسکتا۔

سوال 2 میاں بیوی کے درمیان ناچاقی حد سے زیادہ بڑھ گئی۔ عورت نے طلاق کا مطالبہ کر دیا، لیکن شوہر طلاق دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بالآخر فریقین خلع پر رضامند ہو گئے کہ عورت اپنا حق مہر اور کچھ اس سے زیادہ رقم واپس کرے گی اور شوہر اس کو طلاق دے دے گا۔ چناں چہ اس طریقے سے خلع کرلیا گیا۔ اب دوبارہ دونوں نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ کیا شرعاً یہ درست ہے؟ قاری محمد طیب امرسدھو، لاہور

جواب: خلع سے طلاقِ بائنہ ہوتی ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو شرعاً درست ہے۔

سوال 3 ایک خاتون مسمات فریدہ وفات پا گئی، جس کے ورثا میں ایک بیٹی مسمات ناہید اور دو بھائی مسمیان خالد اور فرحان موجود حیات ہیں۔ جب کہ متوفیہ کے دادا، دادی، والدین اور خاوند پہلے سے وفات پا چکے ہیں۔ کوئی بہن اور بیٹا بھی نہیں ہے۔ متوفیہ کی وراثت کس طرح تقسیم ہوگی؟ نفیس مبارک ہمدانی قصور

جواب: متوفیہ فریدہ کی وراثت سے سب سے پہلے تجہیز و تکفین کے اخراجات ادا کیے جائیں۔ قرض کی ادائیگی کی جائے۔ تہائی مال تک وصیت نافذ ہوگی اور اس کے بعد کل مال منقولہ و غیر منقولہ کے چار حصے کیے جائیں گے، جن میں سے دو حصے بیٹی ناہید کو اور ایک ایک حصہ دونوں بھائیوں خالد اور فرحان کو ملیں گے۔

سوال 4 ایک بچے نے تین سال کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا۔ کیا اس دودھ پلانے والی عورت کی بیٹی سے اس بچے سے نکاح درست ہے؟ نصر الدین کاکڑ بلوچستان

جواب: تین سال کی عمر میں دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے دودھ پینے والے بچے کا دودھ پلانے والی کی بیٹی سے نکاح درست ہے۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف اثر (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
"رحیمیہ لاہور" میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔